اسلامی عدل اجتماعی کے آخری محافظ، امام الہدیٰ علی مرتضیٰ

از: مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عمر ابن عبد العزیز کو اہل علم پانچواں خلیفہ راشد قرار دیتے ہیں ان کا قول حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے بارے میں یہ ہے۔

حضرت عمر کی مجلس میں امت کے زہاد اور اتقیاء کا تذکرہ ہورہا تھا حضرت عمر نے اس تذکرہ میں حصہ لیتے ہوئے فرمایا۔

أزهد الناس فی الدنیا علی ابن ابی طالب (البدایہ جلد ۸ ص ۵) یعنی دنیا میں سب سے زیادہ صاحب زہد وتقویٰ حضرت علیؓ تھے۔ حضرت علیؓ کے بارے میں یہ شہادت اس شخص کی ہے جو اپنے زاہدانہ کردار کی وجہ سے اپنے خاندان کے ہاتھوں زہر کھا کر دنیا سے رخصت ہوا۔

ظاہر ہے کہ حضرت عمر رسول پاکؐ کو مستثنیٰ کرکے حضرت علیؓ کو پوری امت میں زہد کی صفت کے اندر درجہ کمال وامتیاز کا مالک قرار دے رہے تھے۔

رسول پاک اوّل المسلمین، اوّل الاتقیاء:

جہاں تک رسول پاکؐ کی صفت زہد وتقویٰ کا تعلق ہے تو قرآن کریم نے یہ واضح

کردیا ہے کہ رسول پاکؐ ہر اخلاق اور دینی صفت میں اول المسلمین اور افضل الاولین والآخرین ہیں۔

قرآن حکیم نے آپ کو پہلی وحی میں یہ ہدایت کی۔ واذکراسم ربک وتبتل الیه تبتیلا (مزمل ۹)

اے نبی محترم! آپ اپنے پروردگار کا ذکر کیجئے اور اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہوجایئے۔

یہ تبتل زہد و اتقاء ہے، دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی ہے ترک دنیا نہیں ہے، ترک دنیا رہبانیت ہے جو اسلام میں ممنوع قرار دی گئی ہے۔

اس وصف میں رسول پاکؐ تمام اخلاق اوصاف کی طرح اول المسلمین (انعام ۱۶۳) یعنی ہدایات خداوندی کے سب سے پہلے اور سب سے بلند مرتبہ فرماں بردار تھے۔

رسول پاک کی تربیت یافتہ جماعت:

رسول پاکؐ کی تمام تربیت یافتہ جماعت (جماعت صحابہ) میں رسول پاکؐ کی تعلیم وتربیت اور فیضان صحبت سے آپ کی صفت زہد و اتقاء اور وصف عبدیت وخشیت حسب استعداد جلوہ گر ہوئی اور قرآن کریم نے گواہی دی۔

ویوثرون علی انفسھم ولوکان بھم خصاصه (سورہ حشر ۹)

یہ اصحاب رسول دوسرے ضرورت مندوں کو اپنی ضرورتوں پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ یہ خود ضرورت مند ہوتے ہیں۔

آل رسول کا امتیازی کردار:

ایثار قربانی کی اس صفت وشان میں رسول پاکؐ کی آل واولاد کو خاص امتیازی حیثیت حاصل رہی۔

چنانچہ آپ نے اپنی آل اطہار کے ساتھ اپنے اس خصوصی تعلق کا اظہار مختلف موقعوں

پر مختلف طریقوں سے کیا۔
نماز کے بعد رسول پاکؐ ایک اہم دعاء کرتے تھے، اس دعا میں رسول پاکؐ اپنے لئے اور بالخصوص اپنے اہل وعیال کے لئے اخلاص کی دعا کر کے اپنی آل کے ساتھ اپنے خاص تعلق کو ظاہر فرماتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اللّٰھم ربنا ورب کل شئی ان شھید انک الرب وحدک لاشریک لک وانا شھید ان محمداً عبدک رسولک وانا شھید ان العباد کلھم اخوہ اللھم ربنا ورب کل شئی اجعلنی مخلصا لک واھلی فی ساعة فی الدنیا والآخرة یا ذالجلال والاکرام۔ (ابو داؤد کتاب الصلوۃ جلد اول ص ۲۱۱)

اس اہم ترین دعاء میں اپنے لئے اور اپنے ساتھ اپنے اہل بیت کے لئے حضورؐ نے اخلاص وللّٰہیت کی دعا فرمائی اور کہا۔

اجعلنی مخلصاً لک واھلی فی ساعة الدنیا والآخرة۔

خداوند! مجھے اور میرے اہل بیت کو دنیا اور آخرت کی ہر گھڑی میں اخلاص وللّٰہیت پر قائم رکھیو، کوئی ساعت ایسی نہ ہو جس میں میں اور میری آل خلوص سے خالی رہے۔

حضرت ابو ذر غفاری، مسیح ہذہ الامت:

رسول پاکؐ نے اپنے صحابہ میں ابو ذر غفاری کے اندر زہد و ورع کا اتنا غلبہ دیکھا کہ انہیں اس امت کا مسیح قرار دیدیا اور فرمایا ''مسیح ھذہ الامة، ابوذر غفاری۔'' ابو ذر غفاری کے زہد واتقاء کا یہ حال تھا کہ ابو ذر مطلق مال ودولت جمع کرنے کو شریعت کے خلاف سمجھتے تھے اور قرآن کریم (آیت سورہ توبہ ۲۵) کا مطلب یہ لیتے تھے کہ کنز مال (مال جمع کرنا) کا مفہوم اپنی ضرورت سے زیادہ مال جمع کر کے اسے اپنے پاس رکھنا ہے جبکہ جمہور صحابہ کے نزدیک رسول پاکؐ کی وضاحت کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور سارا مال اپنے پاس رکھتے ہیں وہ اس وعید کے مستحق ہیں کہ انہیں آخرت میں

سزا دی جائے ۔ہر مالدار اس سزا کا مستحق نہیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال پاک ہوجاتا ہے، لیکن ابو ذر غفاری مذکورہ آیت کے اس مفہوم سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری کے اسی تصور اور اس کے مطابق عمل کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے حضرت ابو ذر کو "مسیح ہذہ الامۃ" کے لقب سے نوازا۔

ابو ذر کی گوشہ نشینی:

حضرت ابو ذر کو ان کے اس زہد و ورع نے سرزمین شام کے خوش عیش لالہ زاروں میں چین سے نہیں بیٹھنے دیا اور پھر شام سے آپ کو مدینہ منورہ لاکر اس کے ایک گاؤں (ربذہ) کے گوشہ میں اپنی زاہدانہ زندگی گذارنے پر مجبور کردیا۔

حضرت علیؑ نے اپنے لئے اسی بلند مقام پر قائم رہنا پسند کیا جو رسول پاکؐ کا اسوۂ حسنہ تھا، اور رسول پاکؐ کے اس اسوۂ حسنہ پر قائم رہنے کی حضرت علی کو جو قیمت ادا کرنی پڑی وہ ظاہر ہے۔

علیؑ، علیؑ تھے، ابوذر نہیں تھے، جو گوشہ نشینی اختیار کرنے پر راضی ہوجاتے ۔علیؑ کو اس امانت (خلافت حقہ) کی حفاظت کرنی ضروری تھی، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے سپرد کی گئی تھی۔

وحی الٰہی نے کردار سازی کی:

وحی الٰہی نے رسول اکرمؐ اور آپ کے واسطے سے حضرت علیؑ کی کردار سازی میں کس طرح حصہ لیا، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب قریش کے مغرور سرداروں نے رسول پاکؐ سے یہ مطالبہ کیا کہ ہم لوگ آپ کی مجلس میں توحید کا پیغام سننے اور سمجھنے کے لئے اس شرط پر آسکتے ہیں کہ آپ اس مجلس میں غلاموں اور بلال، عمار، سلمان اور صہیب رومی جیسے

کمتر لوگوں کو شرکت کی اجازت نہ دیں۔

بار بار کے اس مطالبہ سے متاثر ہو کر دعوت دین کی اشاعت کی مصلحت کے پیش نظر آپ قریش کے اس مطالبہ کو ماننے کے لئے تیار ہو گئے اور ایک معاہدہ کرنے کے لئے آپ نے حضرت علیؑ کو بلا لیا۔

حضرت علیؑ نے معاہدہ تحریر کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ وحی الٰہی نازل ہو گئی اور اس میں کہا گیا۔

ولا تطرد الذین یدعون ربھم الخ (سورہ الانعام ۵۳)

اے رسول محترم ! ان سرداران قریش کے کہنے پر آپ ان ارباب اخلاص غریب مسلمانوں کو اپنے سے دور نہ کریں اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔ (العیاذ باللہ)

وحی الٰہی کی اس سخت سرزنش و توبیخ کے بعد آپ نے حضرت علیؑ کو معاہدہ تحریر کرنے سے روک دیا۔

حضرت علیؑ اس تہدیدی ہدایت کے مشاہد تھے اور وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ خداوند تعالیٰ نے تبلیغ دین کی مصلحت کے تحت بھی اہل اخلاص فقراء امت کی ادنیٰ تحقیر گوارہ نہیں کی۔

پھر اس آیت انعام (۵۳) کے بعد سورہ کہف (۲۹) کی آیت نازل ہوئی اور اس میں رسول پاک کو ہدایت کی گئی۔

واصبر نفسک مع الذین یدعوا ربھم الخ

اے نبی محترم ! آپ ان فقراء امت کی رفاقت پر قناعت کریں جو صبح و شام رضاء حق کے لئے اسے یاد کرتے ہیں اور انہیں چھوڑ کر دنیا کی زیب و زینت کے سامان کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے ہیں۔ رسول پاکؐ نے وحی الٰہی کی ان ہدایات پر عمل کیا اور آپ کی پیروی میں حضرت علیؑ بھی اس راہ پر گامزن رہے۔

حضرت معاذ ابن جبل کی نصیحت:

حضرت علیؑ نے رسول پاکؐ کی اس نصیحت کو سنا تھا جو آپ نے حضرت معاذ ابن جبل کو اس وقت فرمائی جب وہ یمن کی گورنری سنبھالنے کے لئے جارہے تھے آپ نے فرمایا تھا۔

ایاک والتنعم فان عباد اللہ لیسو بالمتنعمین (مشکوٰۃ ۴۴۶)

خبردار! اے معاذ! خوش عیشی کی زندگی سے خبردار! بلاشبہ اللہ کے خاص بندے خوش عیشی کی زندگی نہیں گذارتے۔

حضرت علیؑ نے حضور کی اس نصیحت پر عمل کیا اور زندگی کی ان شدید آزمائشوں میں گھر اہوا ہو کر کیا جن آزمائشوں کے تصور سے بھی آج پڑھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

دریں آشوب غم عذرم بنہ گر نالہ زن گریم
جہانے و جگر خوں شد ہمیں تنہا نہ من گریم

آل اطہار کی کردار سازی:

رسول پاکؐ نے اپنی آل و اولاد کے حق میں صرف اخلاص کی دعاء کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے اندر زہد وایثار کا کردار پیدا کرنے کی پوری کوشش کی اور آل رسول کو زہد وتقویٰ کی راہ پر ڈالنے کے لئے اپنی محبت کی زبردست قربانی کی اور اولاد کی فطری مامتا ومحبت کو ان کی اعلیٰ کردار سازی پر قربان کیا۔

آپ کو اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ سے بے حد محبت تھی، آپ ہی سے حضورؐ کی آل اطہار کا سلسلہ جاری رہنا تھا، آپ حضرت سیدہ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ جب وہ اپنے محبوب باپ سے ملنے آتیں تو آپ ان کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے۔

اتنی محبت کے باوجود آپ نے سیدہ کو حضرت علیؑ جیسے غریب شوہر کے نکاح میں دیا، جبکہ مالدار صحابہ حضرت سیدہ کو اپنے نکاح میں لانے کے آرزومند تھے۔

خادم طلب کرنے کا واقعہ :

زہد و تبتل کی کردار سازی کے بے شمار واقعات میں سے ایک واقعہ حضرت سیدہ کا اپنے گھر کے کام کاج کے لئے اپنے جانثار باپ سے ایک خدمت گذار خادم طلب کرنے کا واقعہ ہے۔

حضرت سیدہ کو اپنے باپ سے خادم کی خواہش ظاہر کرنے کی غرض سے ان کے شوہر علیؑ نے حضور کے پاس بھیجا تھا۔

محبت کرنے والے شوہر کو اپنی محبوب بیوی کی محنت کش زندگی پر ترس آ گیا ہوگا اس لئے انہیں بھیجا مگر آپ نے خادم دینے سے انکار کردیا، حالانکہ آپ کے پاس غنیمت کے مال میں کچھ خادم آئے تھے۔

حضرت سیدہ کی محنت کشانہ زندگی کی تصویر ان کے شوہر علیؑ نے اپنی ادبی بلاغت کے خاص اسلوب میں اس طرح بیان کیا۔

کانت فاطمه من احب اهله انها جرت بالرحیٰ حتی اثر فی یدها واستقت بالقربة حتی اثر فی نحرها ملکست حتیٰ اغرت ثیابها فاتی النبی خدم فقلت لواتیت اباک فسئلی خادما فاتته فوجدت عنده حداثا فرجعت فاتاها رسول الله فقال ما حاجتک فسکت فقلت الخ۔

ابو داؤد کی روایت کے مطابق یہ واقعہ حضرت علیؑ نے اپنے ایک شاگرد ابن اعبد کو خود سنایا اور کہا۔

یعنی فاطمہ اہل بیت میں حضور کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھیں، ان کے ہاتھوں میں چکی پیسنے سے چھالے پڑ گئے تھے وہ پانی کا مشکیزہ خود اٹھاتی تھیں اور اس سے ان کے سینے پر نشان پڑ گیا تھا وہ گھر کا کوڑا خود صاف کرتی تھیں اور ان کے کپڑے اس سے غبار آلودہ ہو جاتے تھے۔

حضورؐ کے پاس کچھ خادم آئے تو میں نے ان سے کہا کہ وہ اپنے والد سے ایک خادم طلب کرلیں۔ فاطمہ حضور کے پاس گئیں تو وہاں کچھ نوجوان بیٹھے ہوئے تھے اس لئے کچھ کہے بغیر واپس آگئیں۔

حضورؐ اگلے دن خود تشریف لائے اور پوچھا تم کیوں گئی تھیں، تمہاری کیا ضرورت ہے؟ فاطمہ تو خاموش رہیں میں نے جواب کے طور پر مذکورہ بالا جملہ دہرادیا۔ جس کو سن کر حضور نے فرمایا۔

میں ابھی مجاہدین کے اہل وعیال کی کفالت سے فارغ نہیں ہوا۔ پھر فرمایا۔

اے فاطمہ! کیا میں تمہیں دنیا کے خادم کے مقابلہ میں آخرت کی بشارت نہ دوں جو خادم سے بہتر ہے اور پھر آپ نے تسبیح فاطمی کی تلقین فرمائی۔ قناعت شعار بیٹی نے جواب دیا رضیت عن الله ورسول الله ابا جان! میں اللہ اور اس کے رسول سے ہر حال میں راضی و خوش ہوں۔ مشکوٰۃ ۳۸۴۔

سیدہ شبیہ رسول تھیں:

حضرت علیؓ کو اپنی محبوب رفیقۂ حیات حضرت سیدہ پر ترس آیا اور اس حیثیت سے بھی ترس آیا کہ ان کی آنکھیں ایک شبیہ رسول اور اخلاق نبوی کے حسین وجمیل اور باوقار نمونہ کو محنت ومشقت کی حالت میں دیکھتی تھیں یہ وہ شبیہ رسول تھیں جن کی تصویر ام المومنین حضرت عائشہ نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

ما رأیت احدا! کان اشبه سمتا وهديا ودلا وكلاما برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من فاطمه رضى الله عنها۔

میں نے عادت، اخلاق، چال ڈھال اور بات چیت کے لحاظ سے رسول پاک سے مشابہت رکھنے میں حضرت فاطمہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (مشکوٰۃ ۴۹۲)

مخالفین کی طرف سے دو چیلنج :

حضرت علیؑ کو امیر شام کی طرف سے دو چیلنج پیش آئے ایک چیلنج تھا اہل شام کی اپنے امیر کے ساتھ وفاداری، اطاعت شعاری اور نظم وضبط کی اجتماعی قوت کا۔

دوسرا چیلنج تھا امیر شام کی دولت پسندی، داد ودہش اور مالی ترغیب کا حضرت علیؑ پہلے چیلنج کا جواب اپنے پاس نہیں رکھتے تھے کیونکہ آپ کے ساتھ اہل عراق کی سرکش طبیعت، بدنظمی کی تاریخی فطرت اور امیر کے ساتھ خودغرضانہ تعلق تھا جو اہل شام کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں تھا۔

ساتھیوں کی خودغرضی اور سرکشانہ فطرت ایک ایسی کمزوری تھی جسے چند سال میں دور کرنا حضرت علیؑ کے بس کی بات نہیں تھی۔

یہ بات نہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے ساتھی عراقیوں کو اپنی پر اثر تقریروں، ہمدردانہ خطبات اور مشفقانہ پند وموعظمت کے ذریعہ سمجھانے کی پوری کوشش نہ کی ہو، آپ کی دل دوز اور پر اثر تقریریں تاریخ میں موجود ہیں، مگر اہل کوفہ اور اہل عراق کے پتھر دل کسی طرح نرم نہ ہوئے ان کی فطری کجی دور نہ ہوئی۔

شیخ محمود الطھا حضرت علی اور معاویہ دونوں کے لشکروں کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”یہ ایک حیرت انگیز تاریخی حقیقت ہے کہ دونوں لشکر (جیش عراق اور جیش شامی) ایک دوسرے کی ضد تھے، ایک طرف اجتماعی نظم وضبط کی پسندیدگی اور اسے باقی رکھنے کی شدید خواہش، دوسری طرف اجتماعی نظم وضبط سے نفرت اور نظم وضبط کے ڈھانچہ کو توڑنے کے اسباب ومحرکات۔“ (المرتضیٰ ص ۲۷۴)

محدث ومفسر علامہ ابن کثیر دمشقی (م ۷۷۴) ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”امیر المومنین علیؑ کو حالات نے بے حد ملول کر دیا تھا ان کی فوج میں بے راہ روی تھی، اہل عراق نے ان کی مخالفت شروع کر دی تھی ان کے ساتھ تعاون سے کتراتے

رہتے تھے۔ ادھر شامیوں کی قوت زور پکڑ چکی تھی۔ اب وہ دائیں اور بائیں حملے کرکے لوٹ مچا رہے تھے۔ عراق کے امیر علی ابن ابی طالب اس عصر میں روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں میں سب سے اعلیٰ اور افضل انسان تھے، پھر بھی ان کے ساتھیوں نے انہیں بے یارومددگار چھوڑ دیا، یہاں تک کہ امیر المومنین خود اپنی زندگی سے اکتا گئے اور موت کی تمنا کرنے لگے۔"

حضرت علیؓ اپنی ڈاڑھی کی طرف اشارہ کرکے یہ کہتے تھے کہ یہ ایک دن خود اپنے خون سے رنگ دی جائے گی۔ البدایہ جلد ۷ ص ۳۲۴۔

رہا دوسرا چیلنج تو اس کا جواب دینا حضرت علیؓ کے اختیار میں تھا۔

شامی حکمراں اگر اپنے تمول و تنعم اور قومی بیت المال سے اپنے ساتھیوں پر داد و دہش کی بارش کرکے ان کی وفاداری حاصل کرسکتے تھے تو حضرت علیؓ کو اس عمل سے کس نے روکا تھا؟ دولت کی تکرہوتی اور خوب ہوتی، حضرت علیؓ کے پاس بھی عراق کا بیت المال تھا۔

ایک حکمراں کی حیثیت سے فراغت و دولت کے سارے وسائل آپ کو حاصل تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے تعظیم و تکریم میں کوئی کمی نہ تھی، کوئی آپ کا ہاتھ پکڑنے والا نہ تھا۔ کسی میں ہمت نہیں تھی کہ آپ سے کوئی بیت المال کا حساب کتاب طلب کرتا۔

لیکن اس امام الزاہدین اور امام المتقین نے دولت اور ملوکیت کے فتنہ کو دور کرنے کے لئے دولت کا ہتھیار ہاتھ میں نہیں لیا اور برائی کا مقابلہ کرنے کے لئے دوسری برائی اختیار نہیں کی بلکہ مصلحت پسندی کے مقابلہ میں حق پسندی کو اپنا شعار بنائے رکھا اور بالآخر ایک شقی خارجی ابن ملجم کے ہاتھ سے جام شہادت نوش فرمایا اور امت مسلمہ کو تقدیری حالات کے سپرد کردیا۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت علیؑ کے ساتھ محبت کا اظہار:

رسول پاکؐ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ مختلف پیرایوں میں اپنی خاص محبت کا اظہار فرما کر ان کے ساتھ اپنے امتیازی تعلق کا اعلان کیا۔

حضرت ام عطیہ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے حضرت علی کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور اس موقع پر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔

اللھم لاتمتنی حتی ترینی علیا

خداوند! اس وقت تک میرا وقت آخر نہ کیجئے جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں (مشکوٰۃ ۴۰۳ فضائل علیؑ)

حضور کی خدمت میں پرندہ کا بھنا ہوا گوشت ہدیہ کے طور پر پیش کیا گیا،

آپ نے خداتعالیٰ سے دعاء کی۔

إئتنی باحب خلقک الیک یاکل معی ھذا الطیر فجاء علی فلکل معہ۔

الٰہی! اس وقت تو میرے پاس اس شخص کو بھیج دے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو اور وہ میرے ساتھ تیری یہ نعمت کھائے، آپ کا یہ دعاء کرنا تھا کہ حضرت علی تشریف لے آئے اور آپ نے حضور کے ساتھ وہ گوشت تناول فرمایا (ایضاً)

رسول پاک نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم کیا لیکن حضرت علیؑ کے ساتھ کسی انصاری کا بھائی چارہ قائم نہیں کیا۔

فجاء تدمع عینا۔ حضرت علیؑ روتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور حکایت کی کہ آپ نے اس مواخاۃ میں مجھے شامل نہیں کیا آپ نے فرمایا:

یا علی: انت اخی فی الدنیا والآخرہ:

اے علی! تم دنیا اور آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو یعنی میرے اور تمہارے درمیان وہ مواخاۃ قائم ہے جس کے بعد کسی دوسری مواخاۃ کی ضرورت نہیں:

زمانہ خلافت میں زہد وتقویٰ کے واقعات:

(۱) ابوعبیدہ عشرہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں سرکاری محل (کوفہ) میں حضرت علیؓ سے ملنے گیا، میں نے دیکھا کہ امیر المومنین ایک ہلکی سی چادر اوڑھے ہوئے ہیں اور سردی سے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔

میں نے یہ حالت دیکھ کر آپ سے عرض کیا، امیر المومنین! خدا تعالیٰ نے بیت المال میں آپ کا اور آپ کے اہل وعیال کا شرعی حق مقرر کیا ہے پھر آپ اس سردی کے موسم میں ایک ہلکی سی چادر اوڑھے ہوئے ہیں اور سردی سے کانپ رہے ہیں۔

امیر المومنین علیؓ نے جواب دیا، میں تمہارے حق کے مال (بیت المال) میں سے کچھ نہیں لیتا، میرے پاس ایک ہی چادر ہے جو میں مدینہ منورہ سے ساتھ لے کر نکلا تھا، (البدایہ جلد ۸ ص ۴)

(۲) قبیلہ ثقیف کے اہل ذمہ دار شخص کو حضرت علیؓ نے عکبرا (قریب موصل) کے اس مقام کا امیر مقرر کیا جہاں نماز پڑھنے والے نہیں تھے، وہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت علیؓ میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ سے عرض کیا، یہاں نماز ادا کرنے والے نہیں ہیں، آپ نے فرمایا جب ظہر کی نماز کا وقت آجائے تو تم میرے ساتھ آجانا، میرے ساتھ نماز ادا کر لینا، چنانچہ میں ظہر کے وقت آپ کے پاس پہنچ گیا۔

میں نے دیکھا کہ آپ کھانا کھانے کی تیاری کر رہے ہیں اور آپ کے سامنے ایک پیالہ اور پانی کا ایک گلاس رکھا ہوا ہے آپ نے خادم سے کہا مٹی کی وہ ہنڈیا اٹھا کر لاؤ، خادم وہ ہنڈیا لے آیا، اس ہنڈیا کا کپڑے سے منھ بند تھا اور اس پر مہر لگی ہوئی تھی، آپ نے وہ مہر توڑی اور اس میں سے کچھ ستو نکالے اور پانی میں انہیں گھولا اور اس میں سے خود بھی وہ ستو پئے اور مجھے بھی پلائے۔

حضرت علیؓ کی یہ نفس کشی مجھ سے دیکھی نہ گئی اور میں نے عرض کیا'' امیر المومنین!

آپ عراق میں تشریف رکھتے ہیں اور اتنا سادہ اور معمولی کھانا کھا رہے ہیں، اے امیر محترم! یہاں کے عوام بھی اس سے اچھا کھانا کھاتے ہیں"

آپ نے جواب دیا! اے میرے بھائی! میں کنجوسی کی وجہ سے ستو کی ہنڈیا کو سیل بند نہیں رکھتا بلکہ میں ضرورت کے مطابق خریدتا ہوں اور اس کی حفاظت کرتا ہوں اور اس بات سے ڈرتا ہوں کہ بلاضرورت ستو خرید ے جائیں میرے بھائی! میں پسند نہیں کرتا کہ میرے پیٹ میں حلال چیز کے سوا کوئی حرام چیز داخل ہو۔ (حلیۃ الاولیاء، جلد ا ص ۸۲)

(۳) ایک روز حضرت علیؑ کی خدمت میں تحفہ کے طور پر فالودہ پیش کیا گیا، آپ نے فالودہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "تیری خوشبو اچھی ہے، تیرا رنگ حسین ہے، تیرا ذائقہ لذیذ ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ اپنے نفس کو ان لذتوں کا عادی بناؤں جن کا اب تک عادی نہیں ہوں۔

(۴) زید ابن وہب کا بیان ہے کہ آپ کوفہ میں اپنی قیام گاہ سے باہر نکلے اس حال میں کہ آپ کے جسم پر ایک معمولی چادر تھی اور آپ تہہ بند پہنے ہوئے تھے جسے آپ نے کپڑے کی ایک دھجی سے باندھ رکھا تھا۔

میں نے عرض کیا! اے امیر المومنین! آپ خلیفۃ المسلمین ہیں آپ اس حالت میں رہتے ہیں؟

حضرت امیر نے جواب دیا، ہاں یہ لباس نمائش سے پاک ہے۔ نماز ادا کرنے میں عافیت پہنچاتا ہے اور پھر ایک مومن کی سنت ہے (المنتخب جلد ۵ ص ۸۵)

حضرت علی اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

افلح من کانت له قوصرة — یأکل منها کل یوم تمره

کامیاب ہو وہ شخص جس کے پاس لکڑی کا چھوٹا سا ڈبہ ہو اور وہ اس میں سے روزانہ ایک کھجور نکال کر کھالیتا ہو۔

کھانے پینے اور لباس میں اس سادگی اور دین کے معاملات میں سختی اور صلابت کے باوجود آپ کے حسن واخلاق کی تصویر دیکھنے والے یہ بیان کرتے ہیں۔

"علی مرتضیٰ مردانہ حُسن وجمال کا پیکر تھے، وجاہت اور وقار آپ کے چہرہ پہ برستا تھا، ہنس مکھ اور خوش رو رہتے تھے چال میں میانہ روی اور متانت تھی۔

(البدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۳)

ترک دنیا اور رہبانیت کی مذمت:

حضرت علیؓ اپنے اس زہدو ورع کو رہبانیت سے ممتاز قرار دینے کے لئے واضح ہدایات دیتے تھے۔ ایک شخص نے آپ کی مجلس میں دنیا کو برا کہا آپ نے اس شخص سے فرمایا۔

الدنیا مھبط وحی للہ تعالیٰ ومصلی ملائکتہ ومسجد انبیائہ ومتجر اولیاءہ (کنز العمال جلد ۳ ص ۳)

یہ دنیا وحی الٰہی کے نازل ہونے کی جگہ ہے۔ یہ دنیا ہے جہاں خدا کے فرشتے خدا کی رحمتیں نازل کرتے ہیں، یہ دنیا ہے جہاں حضرات انبیاء خدا کے حضور میں سجدہ ریز ہوئے۔ یہ دنیا ہے جہاں اللہ والے آخرت حاصل کرنے کے لئے اپنی جان اور اپنے مال سے تجارت کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ اصلاً ایک دینی اور روحانی رہنما اور امام تھے، اگر آپ زہد اور رہبانیت کے درمیان فرق واضح نہ کرتے تو آپ کے نام سے ایک طبقہ ترک دنیا اور رہبانیت کی غیر اسلامی راہ اختیار کرلیتا۔

چنانچہ تصوف وطریقت کے حلقوں میں بعض افراد ایسے ملتے ہیں جو دنیا سے اور دنیاوی مشاغل، کسب معاش، کفالت اہل وعیال اور ظلم اور اہل ظلم کے خلاف اعلائے کلمۃ الحق سے دور رہنے کو عین سعادت قرار دیتے ہیں لیکن حضرت علی کی مکمل سیرت اس تصور کی

تردید کرتی ہے۔

شاہ ولی اللہ کا عرفانی فیصلہ :

شاہ ولی اللہ نے اپنی تاریخی کتاب ازالۃ الخفاء میں خلفاء اربعہ کے درمیان فضیلت کا قیام خلافت کی عمل ترتیب کے لحاظ سے تسلیم کیا ہے جو جمہور کی رائے ہے لیکن اپنی روحانی اور عرفانی کتاب فیوض الحرمین میں لکھا ہے۔

ان طبیعتی وفکرتی اذاترکناہ انفسھما فضلنا علیا کرم اللہ وجھہ وحببناہ اشد محبۃ (فیوض ص ۶۵) ۱۴؎

اپنی طبیعت اور اپنی فکر وتصور کو جب ہم اکیلا چھوڑ دیتے ہیں تو ہم حضرت علیؓ کو فضیلت دیتے ہیں اور آپ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ کے مثالی فضل وکمال اور راہ حق میں بے مثال زہد وتقویٰ اور بے لوث عدل پسندی کا یہی تقاضہ ہے جس کی طرف شاہ ولی اللہ کے وجدان وعرفان نے اشارہ کیا ہے۔

خلافت راشدہ ختم ،ملوکیت وبادشاہت شروع :

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی شہادت پر خلافت راشدہ رسول پاکؐ کی پیشین گوئی کے مطابق اپنے تیس سال پورے کرکے ختم ہوگئی اور حضرت معاویہ کی حکومت سے بادشاہت کا دور شروع ہوگیا۔

حضرت علیؓ نے خلافت راشدہ کے خط وخال کی پوری حفاظت کی۔خلافت کے نظام میں بادشاہت کی کوئی خصلت اور کوئی ادا داخل نہ ہونے دی۔

یہی حضرت علیؓ کا عظیم کارنامہ اور عظیم قربانی ہے۔حضرت علیؓ نے نظام خلافت حقہ کو پوری قوت سے زوال کی اس راہ پر جانے سے روکا جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے۔ واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھافحق علیھا القول

فدمرناھا تدمیرا (بنی اسرائیل ۱۶)

(مطلب) مشیت الٰہی کا یہ فیصلہ ہے کہ جب کوئی قوم ہلاک ہونے والی ہوتی ہے تو پہلے اس قوم کا خوش حال طبقہ اخلاقی فسق وفجور میں مبتلا ہوتا ہے اور پھر خدا کا فیصلہ نافذ ہوجاتا ہے اور وہ قوم تباہ وبرباد ہوجاتی ہے۔

انگریزی زبان کی ضرب المثل ہے کہ مچھلی اپنے منھ کی طرف سے سڑنی شروع ہوتی ہے۔

تاریخ اسلامی کے ایک مصری مبصر (استاد عقاد) نے اصولی طور پر اس تصادم کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ تصادم خلافت اور ملوکیت کے درمیان تھا۔ خلافت راشدہ اور اسلام کے عدل اجتماعی کا ساتھ دینے والے رفتہ رفتہ ختم ہوچکے تھے۔ جو باقی تھے وہ بہت قلیل وکمزور تھے اس لئے حضرت علیؓ نے ذاتی طور پر خلافت عادلہ کی جس قدر ممکن ہوسکا حفاظت کی۔ اور بالآخر ملوکیت کے شدید دباؤ نے خلافت پر برتری حاصل کی۔ (المرتضیٰ ۳۱۱)

یہ ملوکیت اپنے تمام وسائل دولت وثروت اور جبر واستبداد کے ساتھ فطری طور پر آگے بڑھتی گئی اور پھر اس انجام بد کی نظر ہوگئی جس کی طرف آیت مذکورہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ فدمرناھا تدمیرا۔

شاعروں نے کہا ہے۔

حسرت نہ کر بدن کو میرے چور چور دیکھ کر
ان رفعتوں کو دیکھ جہاں سے گرا تھا میں

سب سے پہلے برق کا گرنا یقینی امر تھا
تھی مضر اتنی بلندی آشیانے کے لئے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

☆☆☆